شمائل ترمذی میں حضور ﷺ کی عبادت (نماز) سے متعلق روایات میں فقہ السیرہ

Fiqhu Alseerah in the Ahadith of Worship (Prayers) of The Prophet (ﷺ) in "Shamail E Tirmidhi"

Muhammad Ibrahim
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies & Religious Affairs
University of Malakand Chakdara Dir lower
Email: Ibraheemhaneef1@gmail.com
Dr. Badshah Rehman
Assistant Professor Department of Islamic Studies & Religious Affairs
University of Malakand Chakdara Dir lower
Email: badshahrehman@uom.edu.pk
Dr Najmulhasan
Assistant Professor department of Islamic studies &Religious Affairs
University of Malakand Chakdara Dir lower
Email: najmulh639@gmail.com

Abstract

The sole purpose and duty of human creation is divine worship and pleasing our Allah Almighty.Prayers is the best means of attaining closeness to Allah and His pleasure.Islam emphasizes moderation in implementing its teaching.In the teachings of islam there is moderation and balance.If we look at the timings of prayers,the number of Rakat,different facilities and allowances for the sick and travellers, all these things are the manifestation of its principles of moderation and balance in its teachings and preachings. The life of prophet Muhammad(peace be upon him) has been presented as the best example for all believers.Hence,success in all acts of worship and in any field of life,in islam is not possible without following his footsteps.These acts of worship cannot achieve acceptance from Allah unless they are performed in accordance with his Sunnah(way of life).As mentioned in Sahih Bukhari,a group of young companions once sought advice on how to learn about the practices inside Prophet Muhammad's house,so that they could follow them.For this purpose, they took turns serving the mothers of the believers and found out that when the prophet(peace be upon him) enters the house, his routines are similar to any other household head.He rests,spends time with his wives and children, worships Allah,inquires about the well.being of those coming and going,and fulfils all the necessary tasks of the house.All these things clearly show that islam emphasizes moderation in every aspect of life.

Kewwords: Ahadith, Worship, Shamail e Tirmidhi, Fiqhu alseerah, Sunnah

عبادۃ کا معنی و تشریح

عبادۃ کا لغوی معنٰی عاجزی، انکساری و درماندگی، خدمت، بندگی اور اطاعت ہے، خواہ وہ کسی بھی ہیئت پر ہو یا وہ اطاعت بطور عادت کے ہو، اصل مقصود عبادت سے امتثال امر ہے۔ بارگاہ اقدس میں غایت خضوع اور غایت

تذلل کے ساتھ جبین نیاز جھکانا اور سجدہ کرنا عبادت ہے۔-**والعبادة اقصى غاية الخضوع والتذلل** ([1]) پھر عبادت کی مختلف صورتیں ہیں، قولی، فعلی، بدنی، مالی وغیرہ، پھر عبادات میں فرائض واجبات، سنن اور نوافل کی تقسیم ہے۔

لفظ عبادت اپنے معنٰی کے لحاظ سے جمیع عبادات کو شامل ہے۔ حتیٰ کہ بعض عادات بھی عبادات بن جاتے ہیں۔ بعض امور ایسے بھی ہیں کہ جن کی مشروعیت عبادت کے لئے ہوئی ہے مگر بعض اعمال افعال ایسے ہیں کہ ان کا جواز انسانی حاجات کی تحصیل و تکمیل کے لئے ہوا ہے۔ تاہم نیت درست ہو تو ایسے اعمال وافعال بھی عبادت بن جاتے ہیں۔ تاہم اس باب میں نقل فرمودہ چوبیس(24)روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں لفظ عبادت سے مراد عبادات نافلہ ہیں،**والمقصود هنا هو عبادة التطوع، سواء كانت بليل او نهار**([2])اور یہاں آپ ﷺ کی نفلی عبادت مقصود ہے چاہے وہ رات کو ہو یا دن کو۔ جن پر عام لوگ واقفیت رکھتے ہیں۔ فرائض تو سب کو معلوم ہوتے ہیں۔

اسلام میں نماز کا مقام و مرتبہ

نماز دین کا ایک اہم رکن اور دین کا ستون ہے اس عمل سے بندے اور خدا کے درمیان تعلق استوار ہوتا ہے اس لئے اسلام سے پہلے جتنے بھی مذاہب دنیا میں آئے ہیں ان تمام میں نماز کسی نہ کسی شکل میں موجود تھی۔ مولانا شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ "اسلام سے پہلے بھی دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں آیا جس میں نماز کو اہمیت نہ دی گئی ہو لیکن چونکہ وہ مذہب خاص خاص قوموں اور وقتوں تک محدود تھے اس لئے ان کے اندر سے عملاً اس کی اہمیت جاتی رہی۔ چنانچہ اسلام سے پہلے کی دنیا کے کسی مذہب میں آج نماز یعنی خدا کے سامنے اقرار عبودیت اور اس کی حمد وثنا کو واضح، متعین اور تاکیدی حیثیت حاصل نہیں۔ یعنی کسی مذہب کے پیروؤں بلکہ معلموں کے عمل سے بھی اس کی یہ صورت نمایاں نہیں ہوتی۔ ورنہ جیسا کہ قرآن کے رو سے ایسا کوئی پیغمبر نہیں آیا جس کو نماز کا حکم نہ دیا گیا ہو اور اس کا سبب یہ ہے کہ چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء اور قرآن خاتم الکتب ہو کر آیا ہے اس لئے اس فریضہ الٰہی کو دین کامل میں ایسی منظم واضح مؤکد اور نمایاں صورت دی گئی ہے کہ قیامت تک دنیا میں قائم اور باقی رہے۔ یہ اسلام کا وہ فریضہ ہے جس سے کوئی مسلمان متنفس جب تک اس میں کچھ ہوش وحواس باقی ہے، کسی حالت میں سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ قرآن پاک میں سو مرتبہ سے زیادہ اس کی تعریف کی بجا آوری کا حکم اور اس کی تاکید آئی ہے اس کے ادا کرنے میں سستی اور کاہلی نفاق کی علامت اور اس کا ترک کفر کی نشانی بتائی گئی ہے۔ یہ وہ فرض ہے جو اسلام کے ساتھ پیدا ہوا اور اس کی تکمیل اس شبستان قدس میں ہوئی جس کو معراج کہتے ہیں۔([3])

نماز پنجگانہ احادیث مبارکہ میں

1۔ حجرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر کے ساتھ نماز کا آغاز فرماتے اور **الحمد لله رب العالمین** (سورۃ الفاتحہ) کی قرأت فرماتے۔ جب آپ ﷺ رکوع میں جاتے تو سر کو نہ نمایاں اور نہ اونچا رکھتے نہ نیچا رکھتے بلکہ (پشت کے ہموار) درمیان میں رکھتے۔ جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے جب تک سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے تو سجدہ میں نہ جاتے (اعتدال کے ساتھ سجدہ فرماتے) جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو جب تک اچھی طرح بیٹھ نہ جاتے، دوسرے سجدے میں نہ جاتے (جلسہ بھی اطمینان سے کرتے) اور ہر دو رکعت کے بعد قعدہ میں التحیات پڑھتے۔ قعدہ کی حالت میں بائیں ٹانگ کو بچھا کر دائیں ٹانگ (پاؤں) کو کھڑا رکھتے اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے۔ اور اس سے بھی منع فرماتے کہ آدمی اپنے ہاتھوں کو درندے کی مانند زمین پر بچھائے۔ نماز کا اختتام سلام کے ذریعہ فرماتے۔([4])

2۔ حضرات براء بن عاذب فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی نماز کا اندازہ لگایا تو میں نے آپ ﷺ کے قیام، رکوع، رکوع کے بعد سیدھا ہونے، آپ ﷺ کے سجدہ کرنے اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ اور دوسرے سجدہ، قعدہ اور سلام پھیرنے کو تقریباً برابر پایا۔(یعنی ہر رکن کو اعتدال اور پورے اطمینان سے ادا کرتے تھے)([5])

ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ صبح کی نماز میں ساٹھ سے سو آیتیں تک قرأت کرتے تھے اور ظہر زوال کے بعد ادا کرتے تھے، عصر اس وقت پڑھتے تھے کہ ایک آدمی مدینہ کے آخری کنارہ تک جا کر لوٹ آتا تھا پھر بھی آفتاب میں جان رہتی تھی مغرب کی بابت راوی کو سنا ہوا بیان یاد نہیں رہا اور عشاء کو دو تہائی رات تک ادا کرنے میں آپ تأمل نہیں فرماتے تھے۔([6])

4۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باجماعت نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں ستائیس درجہ فضیلت رکھتا ہے۔([7])

5۔ حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ دو سورتیں پڑھتے تھے، اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ اور کبھی کبھی (سری نمازوں میں بھی) ایک آدھ آیت آپ اتنی آواز سے پڑھتے تھے کہ ہم سن لیتے تھے، اور پہلے رکعت میں طویل قرأت فرماتے تھے، اور دوسری رکعت میں اتنی طویل نہیں فرماتے تھے، اور اسی طرح عصر میں، اور اسی طرح فجر میں آپ ﷺ کا معمول تھا۔([8])

حضور ﷺ کا عظمت مقام کے باوجود نوافل کا اہتمام

حضور اکرم ﷺ کی ہر حرکت وسکون عبادت ہے، ہر کلام وخاموشی ذکر وفکر ہے، لیکن مثال کے طور پر شمائل کا جز ہونے کی وجہ سے مصنفؒ نے چند عبادات کا ذکر کیا ہے، جس سے اندازہ ہو جائے کہ نبی کریم ﷺ معصوم ہونے کے باوجود مغفرت اور مراتب عالیہ کے حصول کا پروانہ ملنے کے باوجود، اس مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود جہاں تک نہ کوئی ولی اللہ پہنچ سکتا ہے نہ کوئی نبی پہنچا، کس قدر نفلی عبادات کا اہتمام کرتے ہیں، حلانکہ ہم گناہ گار ہیں، سیاہ کار ہیں، گناہوں کے مقابلہ اور تول کے لئے بھی ہم عبادات کے حضور اکرم ﷺ سے زیادہ محتاج ہیں، پھر ہماری عبادتیں بھی ایسی ہیں، جن کا پورا معاوضہ تو درکنار ان کا کوئی بھی معاوضہ مل جائے تو بسا غنیمت ہے۔ اللہ جل جلالہ کے یہاں ہر عبادت کا وزن اور اس کی قیمت اخلاص کپر مبنی ہے، جس درجہ کا اخلاص ہو گا اسی درجہ کا عبادت میں وزن ہو گا۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لئے نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے، کسی کے لئے نواں اسی طرح آٹھواں ساتواں چھٹا پانچواں چوتھائی تہائی آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔ اور دسواں بھی مثال کے طور پر ارشاد ہے ورنہ اس سے بھی کم ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے اول نماز کا حساب ہو گا۔ حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو پوری ہے یا ناقص ہے، اگر وہ پوری ہوتی ہے تو جائزہ میں پوری لکھ دی جاتی اور اگر ناقص ہو گی تو ارشاد دہو گا کہ دیکھو اس کے لئے کچھ نوافل بھی ہیں یا نہیں، اگر نوافل ہوتے ہیں تو ان سے فرائض کی تکمیل کر دی جاتی ہے، اس کے بعد پھر اسی طرح دوسری عبادات زکوۃ وغیرہ کا محاسبہ ہوتا ہے۔

ہم لوگوں کے فرائض جیسے ادا ہوتے ہیں، وہ ہمیں بھی معلوم ہیں، ایسی صورت میں کیا ضروری نہیں کہ نفلی عبادات نماز کے قبیلہ سے ہوں یا صدقات کے یا دوسری عبادات کے نہایت کثرت سے اہتمام اور اخلاص سے کی جائیں۔ عدالت میں پیشی کا وقت نہایت سخت ہے اور ہمارے اعمال کے دونگراں ہر وقت ہمارے ساتھ ہین اور اسی پر بس نہیں بلکہ آدمی کے بدن کا ہر جز اس عمل نیک یابد کی گواہی دینے والا ہے، جو اس سے صادر ہوئے ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ انگلیوں پر کلمہ طیبہ اور تسبیحات کو گنا کرو کہ قیامت کے دن ان انگلیوں سے بھی محاسبہ ہو گا کہ اپنے اعمال بتائیں اور ان کو گویائی عطا کی جائے گی اور حضور اکرم ﷺ پر میرے ماں باپ قربان کہ آپ ﷺ کا نمونہ ہر چیز میں ہمارے سامنے ہے۔(9)

باقی رہی یہ بات کہ نبوت سے قبل بھی تو حضور اقدس ﷺ غار حرا میں عبادت کا اہتمام فرماتے تھے۔ یہ عبادت کیا تھی اور کس طریقہ پر تھی۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ **انہﷺ کان متعبدا بالعبادات الباطنية من**

الاذکار القلبیة والافکار فی الصفات الالٰهیة والمصنوعات الآفاقیة والانفسیة والاخلاق السنیة والشمائل البهیة من الترحم علی الضعفاء والشفقة علی الفقراء والتحمل من الاعداء والصبر علی البلاء والشکر علی النعماء والرضاء بالقضاء والتسلیم والتفویض والتوکل علی رب الارض والسماء والتحقق بحال الفناء ومقام البقاء علی ما یکون منتهی حال کمل الاولیاء والاؤصفیاء۔(10)

(نبی کریم ﷺ عبادات باطنیہ یعنی اذکار قلبیہ، صفات الٰہیہ، آفاق (بیرونی) اور انفسی (اندرونی) مظاہر اور مناظر خداوندی میں تدبر و تفکر نیز بلند اخلاق اور اچھے عادات یعنی ضعیف اور کمزور لوگوں پر شفقت ور حمت دشمنون کی تکالیف پر تحمل، مصئب پر صبر اور اللہ کی نعمتوں پر شکر قضاو قدر، تسلیم و تفویض جیسے اوصاف جمیلہ آسمان وزمین کے مالک پر توکل فناء وبقاء کے مقام کا تحقق جو کہ اولیاء کرام اور برگزیدہ شخصیات کا مطمح نظر اور منتہی ہوا کرتا ہے پر غور فکر کرنے میں ہمہ تین منہمک رہا کرتے تھے)

نوافل کا اہتمام

انتفخت قدماه، مسلسل عبادت اور طویل قیام کی وجہ سے آپ ﷺ کے پاؤں پر دباؤں پر دباؤ پڑ جاتا تھا اور وہ سوجھ جاتے تھے، **ای واستمر علی الاجتهاد فی الصلوٰة حتی تورمت قدماه الشریفتان من طول قیامه فیها واعتماده علیهما۔**(11) چونکہ فرائض میں آپ ﷺ کا تخفیف کا معمول تھا، امت کو بھی اس کی تعلیم فرمائی، اس لئے اس سے مراد نفلی عبادت ہے۔

صلوٰۃ اللیل

قال سالت عائشة عن صلوٰة رسول الله ﷺ ----صلوٰة اللیل میں اگرچہ عموم ہے، مغرب وعشاء دونوں کو شامل ہے، مگر یہاں مزید تفصیل ہے وہ بمعنیٰ تہجد کے، **کان السؤال عن صلاة اللیل یشمل التهجد والوتر**(12) گویا صلوٰۃ اللیل کا سوال (مغرب وعشاء کے ساتھ) تہجد اور وتر کو بھی شامل ہے) **کان ینام اول اللیل۔** حضور اقدس ﷺ کا یہ عام معمول تھا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتے تھے اور نصف شب تک آرام فرماتے، قبل العشاء سونے کو پسند نہ فراتے، **لانه یکره النوم قبلها**(13) **ثم یقوم،** پھر نماز تہجد کے لئے قیام فرماتے، **ای یصلی فان قیام اللیل متاف فی الصلاة فیه یستمر یصلی السدس الرابع والخامس**(14)

ثم یقوم کا مطلب یہ کہ پھر نماز تہجد پڑھتے اس لئے کہ قیام لیل تہجد پڑھنے کے لئے متعارف ہے۔ اور آپ ﷺ کی عادت مستمرہ چوتھے سدس اور پانچویں سدس میں تہجد پڑھنے کی تھی۔

صلوٰۃ وتر

فاذا کان من السحر اوتر۔ اسی طرح جب عبادت الٰہی میں رات کا آخری حصہ ہو جاتا، تو وتر ادا فرماتے، السحر کا معنٰی آخر اللیل ہے۔([15] اوتر میں وتر کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی گئی۔ شیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں، **کان ﷺ یوتر بثلاث یقرا فیهن بتسع سور من المفصل یقرا فی کل رکعة ثلاث سور آخر قل هو الله احد ، وفی روایة کان یقرا فی الاولیٰ سبح اسم ربک الاعلیٰ ، وفی الثانیة قل یا ایها الکافرون وفی الثالثة قل هو الله احد، والمعوذتین رواه ابو داؤد والترمذی**([16]) نبی کریم ﷺ تین رکعت وتر پڑھا کرتے اور مفصل سورتوں میں سے نو سورتیں ان میں پڑھتے تھے ہر رکعت میں تین سورتیں پڑھا کرتے ان میں آخر قل ھو اللہ احد ہوتی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ وتر کی پہلی رکعت مین **سبح اسم ربک الاعلیٰ** اور دوسری میں **قل یاایهالکافرون** اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھا کرتے تھے اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے) ثم اتی فراشہ، پھر اپنے بستر پر استراحت کے لئے تشریف لے آئے، **لیقویٰ بها علیٰ صلاة الصبح وما بعدها من وظائف الطاعات ولانه یدفع صفره السهر عن الوجه**([17]) تاکہ صبح کی نماز اور بعد کی نفلی وظائف وغیرہ پر تقویت حاصل کی جائے اور اس لئے بھی کہ بیداری کی وجہ سے چہرہ کی زردی (کمزوری) کو دور کیا جائے۔

فقہی مسائل

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تسویۃ الصفوف امام کی ذمہ داری ہے۔ شارحین حدیث اور فقہاء اس سے یہ بھی اخذ کرتے ہیں کہ اگر نماز میں کسی فعل تحریمی کا ازالہ کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص سے نماز میں ٹوپی گر جاتی ہے تو وہ اسے سر پر رکھ سکتا ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ امر معروف بفعل قلیل نماز میں جائز ہے۔ رات کو نماز کے بعد وتر پڑھنا افضل ہے۔ یہ کہ مؤذن کو مستحب ہے کہ امام گھر میں ہو اور نماز تیار ہو تو اسے اعلام کرے۔ صبح کی سنتیں ہلکی پھلکی پڑھنا مسنون ہے ۔ صبح کی سنتیں گھر میں ادا کرنا بہتر ہے۔([18]) **وفیه انه یسن للمقدی الفذ الوقوف عن یمین الامام فان وقف عن یساره حوله ندبا وان الفعل القلیل لا یضر قد یسن اذا کان لمصلحة وان الامر بالمعروف مشروع حتی فی الصلوٰة ، وجواز صلوٰة الفرض بوضوء النفل وان الممیز کالبالغ جماعة وموقفا وان النفل**

بفعل جماعة۔([19])حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہا ایک مقتدی کو امام کے دائیں کھڑا ہونا مسنون ہے اگر وہ بائیں کھڑا ہوا تو اس کو استحبابا امام دائیں جانب پھیر سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عمل قلیل نماز کے مضر نہیں بلکہ مصلحت کی بناء پر مسنون بھی ہے اور یہ کہ امر بالمعروف ایک حکم شرعی ہے چاہے نماز میں بھی ہو نفل نماز کے لئے کیے ہوئے وضو سے فرض نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور سمجھ دار لڑکے کا حکم جماعت کرنے کی صورت میں بالغ مرد جیسا ہے اور یہ کہ نفل بھی(بغیر تداعی) کے جماعت کے ساتھ پڑھے جاسکتے ہیں)یؤخذ منه خذق ابن عباس مذ کان طفلا ومر اقبته احوال النبی ﷺ فی العبادات والعادات([20]) مواہب 204) (حدیث پاک سے حضرت ابن عباد کی لڑکپن ہی سے عقلمندی ، دانائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادات اور خصائل کی کھوج و کرید کرنا معلوم ہو رہا ہے)جب مقتدی ایک ہو تو سنون ہے کہ وہ امام کے دائیں جانب رہے۔السنة من وقوف المأموم الواحد عن یمین الامام۔([21])

فصلی رکعتین۔۔۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دو دو رکعت پر سلام سنت ہے، اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھنا بھی ثابت ہے،والاول اصح واشہر۔([22])(اور پہلا عمل یعنی دو دو رکعت والا) زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔

نوافل بالجماعۃ کا حکم

ملا علی قاری حضرت ابن عباس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نوافل پڑھنے کے واقعہ کے ضمن میں لکھتے ہیں،وان الجماعة فی غیر المکتوبات جائزة۔۔۔ اقول وقد صرح فی الفروع اتفاق الفقهاء بکراهیة الجماعة فی النو افل اذا کان سوی الامام اربعة قال فی الکافی ان التطوع بالجماعة انما یکره اذا کان علی سبیل التداعی ومالو اقتدی واحد بواحد و اثنان بواحد لایکر ہوان اقتدی ثلاث ة بواحد اختلف فیه وان اقتدیٰ اربعة بواحد کره اتفاقا واما ما ذکره فی شرح النقایة من جواز الجماعة فی النواف مطلقا نقلا عن المحیط وکذا ما ذکر فی الفتاویٰ الصوفیة ونحوهما فمحمول علی ان المراد بالجواز الصحة وهی لا تنافی الکراهة والله اعلم۔([23])بے شک جماعت کرنا غیر فرائض میں بھی جائز ہے۔میں کہتا ہوں کہ فقہاء نے نوافل میں جماعت جبکہ امام کے علاوہ چار آدمی ہوں مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے۔الکافی میں ہے کہ نوافل کی جماعت اس وقت مکروہ ہےہ جب کہ علی سبیل التداعی کے ہو۔لیکن اگر التداعی کے ہو۔لیکن ایک یا دو اشخاص کسی ایک امام کے پیچھے اقتداء کرلیں تو پھر مکروہ نہین اور اگر تین آدمیوں نے اقتداء کرلی تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے البتہ اگر چار آدمیوں نے ایک امام کے پیچھے اقدتاء

کی تو بالاتفاق مکروہ ہے۔ اقعر وہ جو شرح نقایہ میں محیط سے نقل کر کے یہ مذکور ہے کہ نوافل میں مطلقا جماعت جائز ہے اور اسی طرح فتاویٰ صوفیہ وغیرہ میں بھی اس کا جواز منقول ہے تو فقہاء کرام اس کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہاں جواز سے مراد نوافل کی جماعت کا محض صحیح ہونا ہے اور یہ کراہت کے منافی نہیں)

ایک رکعت میں مکمل سورت پڑھنا مستحب ہے

حدیث مذکور سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مستحب ہے کہ ایک رکعت میں پوری سورت پڑھی جائے، اگرچہ بعض سورت کا پڑھنا بھی ثابت ہے۔ علامہ مناویؒ فرماتے ہیں کہ "**وندب استیعاب السورة فی الرکعة الواحدة وهو افضل من قراةبعض سورة بقدرها والاقتصار علی بعض سورة جائز حسن بلا کراهة وقد فرق المصطفیﷺ الاعراف فی المغرب**"[24]ناوی ج2ص99)(اور کسی سورت کے بعض پر اکتفاء کرنا بھی بلا کراہت جائز ہے حضور ﷺ نے بھی سورہ اعراف کو مغرب کی نماز میں متفرق طور پڑھا۔

آپ ﷺ صبح کی دو سنتیں گھر میں ادا فرماتے تھے

حدثتنی حفصه--- یعنی مجھے میری بہن حفصہ رضی اللہ عنہانے صبح کی دو رکعتوں کی بھی خبر دی ہے جن کو میں نے نہیں دیکھا تھا۔ یہ اس سے قبل بھی گذر چکا ہے کہ آپ ﷺ سبح کی دو رکعت سنت گھر میں ادا فراتے تھے ۔ اس لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ ولم اکن اراهما من النبی ﷺ (کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ دو رکعتیں پڑھتا نہٰن دیکھا) کچھ مستعبد نہیں ہے۔ نیز ظہر کی چار سنتیں بھی آپ ﷺ اپنے گھر میں ادا فرماتے تھے۔ اسی لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ذکر بھی نہیں کیا۔

بعض علماء نے "نہ دیکھنے کی" یہ توجیہ بھی کی ہے کہاس وقت تک نہیں دیکھا، جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہانے خبر دی تھی، اس کے بعد دیکھنے کی نوبت آئی تھی، کیونکہ بعض روایات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا مشاہدہ بھی ان سنتوں کے متعلق نقل ہوا ہے۔

رمقت النبی ﷺ شهرا یقرا بهما ای سورتی الاخلاص والکافرون فی رکعتی الفجر فهذا صریح فی انه راه یصلیهما[25])میں نے حضور ﷺ کا ایک ماہ تک سنت فجر میں سورت کافرون اور سورت اخلاص پڑھنے کا مشاہدہ کیا تو یہ روایت اس بات میں صریح ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو سنت فجر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

دن میں پڑھے جانے والے نوافل

من النهار! دن کو پڑھے جانے والے نوافل کے متعلق استفسار کیا گیا، کیونکہ رات کے نوافل یعنی تہجد وغیرہ کے معمولات ان کو پہلے سے معلوم تھے، تہجد کی روایات کثرت سے منقول ہیں اور مشہور ہیں۔

اشراق اور چاشت کی نماز

کان اذا کانت الشمس! یہ پہلی بیان کردہ دو رکعت ہیں، مراد صلوٰۃ الاشراق ہے، جو سورج نکلنے کے بعد سب سے پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ دوسری روایت میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ یہ دو رکعت تب ادا فرماتے تھے، جب سورہ نیزہ یا سوا نیزہ کے برابر نکل آتا تھا۔

واذا کانت الشمس۔۔۔ ان چار رکعت سے مراد چاشت کی نماز ہے، جو سورج کے نکلنے کے ایک پہر بعد پڑھی جاتی ہے۔ **ھی صلوٰۃ الاوابین وورد فی الحدیث "صلاۃ الاوابین حین ترمض الفصال**([26])یعنی جب اونٹ کے بچوں کے پاؤں ریت میں جلنے لگیں، آج کل کے حساب سے کوئی نو تا گیارہ بجے کا وقت ہو سکتا ہے، یعنی زوال سے ایک گھنٹہ پہلے تک۔

ویصلی قبل الظھر اربعا ھی سنۃ الظھر القبلیۃ وبعدھا رکعتین ھی السنۃ البعدیۃ وبقیۃ الحدیث واضح([27])اور ظہر سے پہلے آپ ﷺ چار رکعات پڑھا کرتے یہ ظہر سے پہلے کی سنتیں ہیں اور دو رکعت ظہر کے بعد پڑھتے اور یہ ظہر کے بعد کی سنتیں ہیں اور باقی حدیث کا مطلب واضح ہے۔

نماز چاشت کا بیان

ضحیٰ کا معنیٰ اور وقت کی تعیین

ضحیٰ، قری کی طری ضحوۃ کی جمع ہے۔ ضحوۃ اول نہار کو کہتے ہیں۔ سورج کے بلند ہونے سے لے کر زوال آفتاب تک وقت ضحیٰ ہے۔ شارحین حدیث نے اس کے تین نام نقل کئے ہیں۔

(1)ضحوۃ،ذلک عند الشروق ۔(2) ضحیٰ ذلک اذا ارتفعت الشمس۔(3) ضحاء ذلک الی الزوال۔ ضحوہ سورج نکلنے سے روشن ہونے تک کو کہتے ہیں(2) ضحیٰ جب سورج خوب چڑھ جائے(3)ضحاء۔ سورج کے خوب چڑھنے سے زوال تک)حنفیہ کے نزدیک چوتھائی دن کے بعد سے نصف النہار تک چاشت کا وقت ہے۔**فالضحیٰ اسم مخصوص والاضافۃ ھنا بمعنیٰ فی ای الصلوٰۃ اللتی تصلی فی الضحیٰ۔**([28])توضحیٰ ایک مخصوص وقت کا نام ہے اور صلوۃ الضحیٰ میں اضافت بمعنی فی کے ہے یعنی وہ نماز جو ضحیٰ (چاشت) کے وقت پڑھی جاتی ہے۔

طلوع شمس سے لے کر ظہر سے پہلے تین نماز ادا کی جاتی ہیں۔ سورج طلوع ہونے ک بعد دس پندرہ منت (کہ اس میں نماز مکروہ ہے) جب سورج نیزے، سوا نیزے کے برابر ظاہر ہو جاتا ہے، اس وقت نماز اشراق ادا کی جاتی ہے۔ اشراق کے دو تین گھنٹے گذرنے کے بعد چاشت کا وقت شروع ہوتا ہے، جو نو دس بجے سے قبل استواء تک رہتا ہے۔ اس وقت پڑھی جانے والی نفل نماز کو چاشت کہتے ہیں۔**لکن الافضل تاخیرھا الی ان یمضی ربع**

النہار لیکون فی کل ربع صلوٰۃ۔[29] لیکن اس میں چوتھائی دن گزرنے تک تاخیر اس لئے افضل ہے تاکہ دن کی ہر چوتھائی میں نماز ہو) جسے بعض روایات میں صلوٰۃ اوابین کا نام بھی دیا گیا ہے۔ اس کا نام ضحیٰ ہے اور باب میں اسی کا تذکرہ ہے اور ایک صلوٰۃ الزوال ہے، جس کا وقت زوال سے کچھ بعد ہے۔ انہی کا تذکرہ علامہ ملا علی قاریؒ ان الفاظ سے فرماتے ہیں، **وان ما وقع او ائلہ یسمی صلوٰۃ الاشراق وما وقع فی اواخرہ یسمیٰ صلوٰۃ الزوال ومابینھا یختص بصلوٰۃ الضحیٰ**[30] اور کبھی صلوٰۃ ضحیٰ سے تینوں نمازیں مراد لی جاتی ہیں۔ اس بات کے تحت امام ترمذیؒ نے آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں۔

صلوٰۃ ضحیٰ کی فضیلت

صلوٰۃ ضحیٰ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ شارحین حدیث نے اس میں علماء کے آٹھ مذاہب ذکر کئے ہیں۔ احناف اسے مستحب قرار دیتے ہیں اوجز المسالک میں پچیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات نقل کی گئی ہیں۔ **اخرج مسلم عن رسول اللہ قال یصبح علیٰ کل سلامی من احدکم صدقۃ ، فکل تسبیحۃ صدقۃ وکل تحمیدۃ صدقۃ ، وکل تھلیلۃ صدقۃ وکل تکبیرۃ صدقۃ وامر بالمعروف صدقۃ ونھی عن منکر صدقۃ ، ویجزی عن ذلک رکعات یرکعھا من الضحیٰ۔**[31] امام مسلمؒ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (صبح صحت و سلامتی کے ساتھ اٹھنے پر) ہر انسان کے ہر جوڑ کے بدلہ صدقہ ہے پھر اس کا سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے اور الحمد للہ کہنا بھی صدقہ ہے اور لا الہ الا اللہ کہنا بھی صدقہ ہے اور اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے نیکی کا حکم کرنا بھی صدقہ ہے اور برائی سے منع کرنا بھی صدقہ ہے۔ اور ان سب سے چاشت کی دو رکعت نماز پڑھ لینا کافی ہے۔

یہ نماز چار رکعت سے لے کر بارہ رکعت تک میں ادا کی جاتی ہے۔ امام احمدؒ سے روایت ہے، **من حافظ علی صلاۃ الضحیٰ غفرت لہ ذنوبہ وان کانت مثل زبد البحر۔۔۔**(جس شخص نے چاشت کی نماز کا اہتمام کیا تو اس کے سب گناہ و لغزشیں معاف کر دی جائے گی اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہو) اس نماز پر مواظبت کرنے والے کو دو حجوں اور دو عمروں کا ثواب ملتا ہے۔

صلوٰۃ ضحیٰ پڑھنے کا معمول کیا تھا

قالت لا الا ان یجیئ میں مغیبہ! ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا، معمولاً تو نہیں پڑھتے تھے، ہاں سفر سے جب لوٹتے تو ضرور پڑھتے تھے۔ لفظی ترجمہ میں لفظ معمولا کا اضافہ کر کے تعارض روایات کے اشکال کا جواب دے دیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب، حضرت معاذ رضی اللہ عنہا کے جواب کے بالعکس ہے۔ وہاں قطعا اثبات اور یہاں بظاہر نفی ہیں۔ شارحین حدیث کہتے ہیں کہ اس حدیث میں نفی مداومت کی ہے، جو کبھی کبھی پڑھنے کے منافی ہے۔ علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں، **ای لم یکن یداوم علی صلاتھا فقولھا ھنا لا نفی للمداومة۔**(32)

صلوٰۃ ضحیٰ میں آپ ﷺ کا ایک اور معمول

کان النبی ﷺ۔۔۔ صلوٰۃ ضحیٰ کے بارے میں حضور اقدس ﷺ کا معمول تھا، کبھی پڑھ لیتے، کبھی ترک فرما دیتے، کبھی کم پڑھتے کبھی زیادہ پڑھتے۔ اس میں بھی باری تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کارفرما تھی، اگر مسلسل پڑھتے تو احتمال تھا کہ اللہ پاک اسے فرض قرار دے دیں اور اگر مسلسل ترک فرمادیتے تو لوگ اس کی برکات سے محروم رہ جاتے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض امور میں حضور اقدس ﷺ کا دل چاہتا تھا کہ وہ اسے کر ڈالیں، مگر اس ڈر سے اہتمام نہیں فرماتے تھے کہ مبادا امت پر یہ فرض ہو جائیں۔ شیخ البیجوریؒ فرماتے ہیں، **والحاصل انه کان یحبھا فکان یواظب علیھا ایاما ویترکھا احیانا للخوف من اعتقاد فرضیتھا**(33)

نفل نماز گھر میں پڑھنے کے بیان میں

گھر نوافل ادا کرنا

سالت رسول اللہ ﷺ۔۔۔۔ اس سوال کے جواب میں حضور اقدس ﷺ نے کس قدر پیار اور خوبصورت جواب مرحمت فرمایا کہ اے ابن سعد! یقیناتو دیکھ رہاہے کہ میرا گھر اسی مسجد یعنی مسجد نبوی کے کتناہی نزدیک ہے یعنی بغیر کسی ہچکچاہٹ، بغیر کسی رکاوٹ اور تکلیف برداشت کرنے کے مسجد نبوی میں نفل نماز ادا کر سکتا ہون، مگر میں پسند یہی کرتاہوں کہ علاوہ فرائض کے باقی نفل نمازیں گھر میں ہی پڑھوں۔

شیخ عبد الرؤف فرماتے ہیں، **فمعنی الحدیث انه مع کمال قرب بیتی من المسجد صلاتی فی بیتی احب الی من صلوتی فی المسجد الا المکتوبة۔**(34) حدیث کا مطلب یہ کہ باوجودیکہ میرا گھر مسجد کے بہت ہی قریب ہے لیکن پھر بھی فرائض کے علاوہ مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسندیدہ ہے۔ دلیل میں صحیحین کی حدیث نقل فرماتے ہیں، **افضل الصلاة صلاه المرء فی بیته الا المکتوبة**(35) کسی شخص کے لئے زیادہ افضل نماز فرض نماز کے علاوہ گھر میں نماز پڑھنا ہے) البتہ فرائض کے علاوہ وہ نمازیں جن کا اخفا مناسب نہیں

ہے۔ مسجد ہی میں افضل ہیں، جیسے طواف کعبہ کی "رکعتین تحیة المسجد ، صلوٰۃ التراویح، صلوٰۃ الکسوف"یعنی ہر وہ نفل نماز جو جماعت سے ادا کی جاتی ہو۔

علامہ بیجوری فرماتے ہیں"وکذلک یستثنیٰ من النفل ما تسن فیه الجماعة والضحیٰ وسنة الطواف والاحرام والاستخارة وغیرذلک(36)

گھر میں نوافل پڑھنے کی حکمتیں

حدیث میں تصریح ہے کہ نوافل کا مسجد میں پڑھنے سے گھر میں پڑھنا افضل ہے حالانکہ حدیث میں ہے مسجد نبوی میں ایک نامز پر پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے مگر پھر بھی گھر میں نماز پڑھنے کو افضل کہا گیا ہے۔اسی طرح جامع مسجد میں ایک نماز پر پانچ سو نمازوں کا ثواب ملتا ہے مگر نوافل گھر میں پڑھنا اس سے افضل ہے وجہ ہے کہ کمیت کے لحاظ سے مساجد میں نماز ادا کرنا افضل ہے، مگر کیفیت کے اعتبار سے صلوٰۃ تطوع فی البیت نفل نماز گھر میں افضل ہے،لتحصیل البرکة فی البیت واهله ولتنزل الملائکة ولیذهب عنه الشیطان(37) اہل وعیال اور گھر میں خیر وبرکت حاصل ہونے کی غرض سے اور تاکہ رحمت کے فرشتوں کا نزول ہو اس گھر سے شیطان چلا جائےولان الصلاة فی البیت ابعد عن الریاء و اقرب الی الاخلاص(38)اور اس لئے بھی کہ نفل نماز کا گھر میں پڑھنا ریا وسمعہ سے بعید اور اخلاص سے زیادہ قریب ہے۔اور جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بھی ہے کہ "اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تتخذوها قبوراً"(39) نفل نماز گھروں میں پڑھا کرو ان کو قبرستان نہ بناؤالاان تکون صلوٰۃ مکتوبة !فرض نمازوں کا مسجد میں پڑھنا افضل ہے،لانها من شعائر الاسلام۔(40)اس لئے کہ فرائض تو اسلام کے شعائر میں سے ہیں)اس سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنن اور واجبات بھی تطوع میں داخل ہیں، تاہم سنت مؤکدہ اور وتروں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ ملحق بالفرائض ہیں۔کیونکہ یہ مکملات فرائض ہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آج کل انہیں مساجد میں پڑھنا چاہئے۔امام شعرانیؒ یہی فرماتے ہیں کہ خواص بھی انہیں مسجد میں ادا کریں،ورنہ عامۃ المسلمین ان کا پڑھنا بھی چھوڑ دیں گے۔

فقہ السیرۃ

تمام عبادات میں اللہ جل شانہ سے قرب کا سب سے زیادہ بہترین ذریعہ نماز ہے۔نماز کے ذریعہ سے بندہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے۔اور یہ معراج المؤمنین ہے۔ نماز اللہ جل شانہ کی طرف سے مؤمن کے لئے ایک تحفہ ہے یہی وجہ تھی کہ حضور ﷺ کو نماز کا تحفہ دینے کے لئے اللہ جل شانہ نے ان کو اپنے پاس آسمانوں سے بھی

اوپر بلایا۔ اب اللہ کے حضور میں بندہ اپنی بندگی، محبت اور فدویت کا اظہار نماز کے ذریعہ سے کر کے اس کی رحمت و رضا کی حصول کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سابقہ تمام شریعتوں میں نماز فرض تھی اور شریعت محمدی ﷺ میں نماز کو دوسری تمام عبادات سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی معرکۃ الاراء کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں نماز کی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں: "**اعلم ان الصلوة اعظم العبادات شاناً و اوضحها برهاناً و اشهرها فی الناس و انفعها فی النفس ولذالک اعتنی الشارع ببیان فضلها و تعین اوقاتها وشروطها و ارکانها و ادابها و رخصها ونو افلها اعتناء عظیماً لم یفعل فی سائر انواع الطاعات وجعلها من اعظم شعائر الدین۔**(41) جان لو! نماز اپنی عظمت شان اور مقتضاء عقل و فطرت ہونے کے لحاظ سے تمام عبادات میں خاص امتیاز رکھتی ہے اور خدا شناس اور خدا پرست انسانوں میں سب سے زیادہ معروف و مشہور اور نفس کے تزکیہ اور تربیت کے لئے سب سے زیادہ نفع مند ہے اور اسی لئے شریعت نے اس کی فضیلت اس کے اوقات کی تعین و تحدید اور اس کے شرائط و ارکان اور آداب و نوافل اور اس کی رخصتوں کے بیان کا وہ اہتمام کیا ہے جو عبادات وطاعات کی کسی دوسری قسم کے لئے نہیں کیا اور انہی خصوصیات و امتیازات کی وجہ سے نماز کو دین کا عظیم ترین شعار اور امتیازی شعار قرار دیا گیا ہے۔

نماز کی اجزائے اصلیہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "**و اصل الصلواة ثلثة اشیاء ان یخضعالقلب عند ملاحظة جلال الله وعظمة و یعبر اللسان عن تلک العظمة و ذالک الخضوع بافصح عبارةو ان یؤدب الجوارح حسب ذٰلک الخضوع**"(42) فرماتے ہیں کہ نماز کے اصل عناصر تین ہیں۔ ایک یہ کہ قلب اللہ تعالیٰ کی لاانتہا عظمت و جلال کے دھیان سے سر افگندہ ہو۔ اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اس عظمت و کبریائی اور اپنی عاجزی و سر افگندی کو بہتر سے بہتر الفاظ میں اپنی زبان سے ادا کرے اور تیسرا یہ کہ باقی تمام ظاہری اعضاء کو بھی اللہ کی عظمت و جبروت اور اپنی عاجزی و بندگی کی شہادت کے لئے استعمال کرے۔

اگلے صفحہ پر مزید فرماتے ہیں کہ "**اما الصلواة فهی المعجون المرکب من الفکر المصروف تلقاء عظمة الله و من الادعیة المبنیة اخلاص عمله لله و توجیه وجهه تلقاء الله و قصر الاستعانة فی الله ومن افعال تعظیمة کالسجود والرکوع یصیر کل واحد عضد الأخر و مکمله والمنبه علیه**"(43) یعنی نماز کی حقیقت تین اجزاء سے مرکب ہے: ایک اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا تفکر و استحضار۔ دوسرے چند ایسی دعائیں اور ایسے اذکار جن سے یہ بات ظاہر ہو کہ بندہ کی بندگی اور اس کے عمال خالص اللہ کے لئے ہیں، اور وہ اپنا رخ یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف کر چکا ہے اور اپنی حاجات میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی

مد د چاہتا ہے اور تیسرے چند تعظیمی افعال جیسے رکوع و سجدہ وغیرہ، ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تکمیل کرتا ہے اور اس کی طرف دعوت و ترغیب کا ذریعہ بنتا رہتا ہے۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلیؒ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب میں نماز کے درج ذیل دینی اور معاشرتی فوائد ذکر کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ " انسان کا اپنے رب سے تعلق اور اس میں اپنے خالق و معبود سے مناجات کی لذت پائی جاتی ہے، اللہ کے لئے عبودیت کا اور تمام کاموں کی باگ ڈور اللہ کے سپرد کرنے کا اظہار ہوتا ہے، امن و سکون اور اس کے دامن میں نجات حاصل کرنے کی التماس ہوتی ہے۔ یہ کامیابی اور کامرانی کا رستہ ہے، گناہ اور برائیوں کا کفارہ بنتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **قد افلح المؤمنون۔ اللذين هم فی صلو اتهم خاشعون**"(44) تحقیق مومن کامیاب ہوئے، جو اپنے نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں ،دوسری ایت میں ہے: **ان الانسان خلق هلوعا،اذا مسه الشر جزوعا، واذامسه الخير منوعا، الامصلين**،(45) انسان پیدا ہوا ہے ہلڑ باز، جب اس کو پہنچے برائی تو خوب آہ وزری کرتا ہے اوجب اس کو ملے بھلائی تو سوائے نمازیوں کے۔

نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا بھلا بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس کا میل باقی رہے گا؟ صحابہ بولے: اس کو تو ذرہ بھی میل نہیں رہے گا۔ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا یہ مثال ہے پانچوں نمازوں کی، اللہ ان کے ذریعے غلطیاں معاف کرتا ہے۔(46) ایک دوسرے حدیث میں جو حضرت ابوھریرہؓ سے منقول ہے نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا پانچوں نمازیں اور جمعہ تا جمعہ بیچ کی چیزوں کے لئے کفارہ ہے جب تک کہ کبائر کا ارتکاب نہ کرے۔ آگے فرماتے ہیں کہ " اس کے انفرادی فوائد میں ایک بڑا فائدہ اللہ سے قریب ہونا ہے۔ نفس انسانی کا عروج کرکے اپنے رب تک جانا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **وماخلقت الجن والانس الا ليعبدون**(47) میں نے جنات اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

نماز کے معاشرتی فوائد

ایسے جامع عقیدے کا احیاء واثبات جو معاشرے کے تمام افراد کے لئے جامع ہو ان کو اپنے ذات میں قوی بنادے اور اسی طرح یہ جماعت کے نظم کو اس طرح تقویت دیتی ہے کہ ان کو عقیدے کے ارد گرد جوڑے رکھتی ہے، اس میں جماعت اور اجتماعیت کے احساس کو تقویت ملتی ہے، امت کی باہمی تعلق کے روابط کا فروغ ہوتا ہے معاشرتی یکجائیت کو ترقی ملتی ہے سوچ اور جماعت کی وحدت کے تحقق کو فروغ ملتا ہے وہ جماعت جو بمنزلہ جسد واحد ہے اگر عضو بیماری یا آفات کو شکار ہو تو بقیہ جسم بھی اس کے اس احساس تکلیف میں برابر کا شریک ہوتا ہے، نماز باجماعت میں بھی بڑے گہرے دور رس اثرات و فوئد ہیں، ان میں اہم اور ممتاز چیز مساوات اور برابری کا

اظہار ہے، یک صف ہونے کا اعلان ہے اور ایک کلمہ ہونے کی وضاحت ہے۔ اس اہم فوائد میں سے عمومی اجتماعی یا مشترک مسائل میں اطاعت امیر کے جذبے کی سیر ابی اور اس کا احیاہے ان امور میں جو اللہ کی خوشنودی کا باعث بنیں اور ایک مقصد اور غایت کی طرف بڑھنا اور اسی طرف رخ رکھنا بھی اس کے فوائد میں سے ایک فائدہ ہے۔ اور مقصد جس کا حصول اس کا ایک فائدہ ہے وہ مقصد ہے حصول رضائے الٰہی۔ نماز باجماعت مسلمانوں کے باہمی تعارف، یگانگت اور موانست کا ذریعہ ہے ان کو خیر کے کام پر جمع کرنے کا سبب ہے اور مسلمانوں کے احوال و معاملات کے بارے میں خصوصی توجہ او اہتمام کی فکر میں نئی روح پھونکنے کا سبب کے اسی طرح کمزور لوگ گرفتار افراد، تہمت زدہ لوگ اور خاندان اور اہل خانہ سے بچھڑے ہوئے افراد کی امداد واعانت ان کی دست گیری، ان کی خبر گیری وغیرہ جیسے عظیم امور اس عمل ہی کے بدولت ہیں۔ مسجد اور اس میں نماز کی ادائیگی کو ایک ہیڈ کوارٹر سمجھنا چاہئے اس عوامی مرکز اور فاؤنڈیشن کا جو منظم ہو باہم تعاون کرنے والا ہو اور ایک دوسرے کا ممد ومعاون ہو، جو معاشرے کو قیادت فراہم کرے، شرعی حکمرانی کی حمایت و معاونت کرے، اس کی غلطیاں بے روہ رویاں اور خطائیں، نصیحت آمیز کلمات اور عمدہ طریقے سے دور کرے، نرم انداز اختیار کرکے ان کو راست بازی پر جمع کرے اور مثبت تنقید کا سامان کرے۔(48)

حوالہ جات

[1] ۔ القسطلانی، ابو العباس، احمد بن محمد، المواہب اللدینۃ بالمنح المحمدیۃ، المکتبۃ التوفیقیۃ القاھرۃ–مصر، ص199

[2]. الدومی، احمد عبد الجواد، شیخ، الاتحافات الربانیہ، کتب خانہ عمومی حسینیہ، تھران 1428ھ / 2008ء، ص 311

[3] ۔ شبلی نعمانی، علامہ، سیرۃ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، شمع بک ایجنسی، لاھور، س۔ن، ج3، ص38

[4] ۔ صحیح مسلم، رقم 1109

[5] ۔ صحیح مسلم، رقم 1056

[6] ۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح البخاری،، دار طوق النجاۃ، بیروت، 1422ھ / 2001ء رقم: 521

[7] ۔ صحیح البخاری، رقم 631۔ صحیح مسلم، رقم 1421

[8] ۔ صحیح البخاری، رقم 729

9 ۔ کاندہلوی، محمد زکریا، مولانا، شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی، ادارہ عمر فاروق، اسلام اباد، 1425ھ / 2004ء، ص214،215

10 ۔ جمع الوسائل، ج2، ص80

11 ۔ مواہب اللدنیہ، ص200

12 ۔ الاتحافات الربانیہ، ص312

13 ۔ مواہب اللدنیہ، ص202

14 ۔ مناوی، زین العابدین محمد عبد الرؤف، امام، شرح الشمائل، مکتبہ اسلامیہ، اردن، 1423ھ /2002ء ج2، ص 82

15 ۔ الاتحافات الربانیہ، ص313

16 ۔ مواہب اللدنیہ، ص202

17 ۔ جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ج2، ص82

18 المناویٰ، ج2، ص86

19 ۔ مناویٰ، ج2، ص86

20 ۔ المواہب، ص204

21 ۔ المواہب اللدنیہ، ص203

22 ۔ المواہب اللدنیہ، ص204

23 ۔ جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ج2، ص86

24 ۔ المناوی، ج2، ص99

25 ۔ ایضاً ج2، ص102

26 ۔ الاتحافات الربانیہ، ص325

27 ۔ ایضاً، ص325

28 ۔ الاتحافات، ص327

29 ۔ المواہب اللدنیہ، ص215

[30] ۔جمع الوسائل فی شرح الشمائل، ج2، ص104

[31] ،الاتحافات الربانیہ، ص331

[32] ۔المواہب اللدنیہ، ص217

[33] ۔المواہب اللدنیہ، ص217

[34] ۔مناویٰ، ج2، ص115

[35] ۔ایضاً،

[36] ۔المواہب اللدنیہ، ص220

[37] ۔ایضاً ص219

[38] ۔المواہب اللدنیہ، ص220

[39] ۔مواہب اللدنیہ، ص219

[40] ۔مواہب اللدنیہ، ص220

[41] ۔حجۃ اللہ البالغہ، ج1، ص186

[42] ۔حجۃ اللہ البالغہ، ج3، ص72

[43] ۔حجۃ اللہ البالغہ، ج3، ص73

[44] ۔سورۃ المؤمنون:1

[45] ۔سورۃ المعارج:19---21

[46] ۔بخاری،

[47] سورۃ الذاریات:56

[48] ۔وھبۃ الزھیلی،ڈاکٹر، الفقہ الاسلامی وادلتہ۔مترجمین، مفتی ارشاد احمد اعجاز و مفتی ابرار حسین، دار الاشاعت اودو بازار کراچی، 2012ء ج1 ص435 تا437۔